© rasailojaraid.com

زبان میں ایک اخبار جاری کیا جس کی پالیسی اسلام کا دفاع، محکوم مسلمانوں کی آزادی کی حمایت اور سامراجیوں کے عزائم کی پردہ دری تھی۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں موصوف برلن میں مقیم رہے ۱۹۴۶ء میں لبنان کی آزادی کے بعد انھیں وطن واپس آنے کی اجازت مل گئی اور ۲۵ سال کی جلاوطنی کے بعد وہ اپنے وطن لوٹے لیکن دو ماہ بعد ہی ان کا ۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو بیروت میں انتقال ہوگیا۔ موصوف کئی اعلیٰ پایہ کی کتابوں کے مصنف تھے۔

۵۶ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں شیدائی صاحب اٹلی میں تھے اور مسولینی کے ساتھ ان کا رابطہ قائم تھا۔ انھوں نے اپنے اطالوی احباب کی سفارش سے روم ریڈیو سے انگریزوں کے خلاف اردو میں ایک پروگرام نشر کرنے کی اجازت لے لی۔ اس پروگرام کا آغاز ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء سے ہوا۔ شیدائی صاحب نے اس کا نام "ہمالہ ریڈیو" رکھا۔ وہ اپنی سرگزشت میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ نام بانگ درا کی ایک نظم سے لیا تھا۔

شروع شروع میں ریڈیو ہمالہ کی آواز بڑی مدھم تھی لیکن بعد میں وہ برصغیر پاک و ہند میں صاف سنائی دینے لگی۔ شیدائی صاحب کے ساتھ مشہور انقلابی سردار بھگت سنگھ کے چچا سردار اجیت سنگھ بھی پروگرام پیش کیا کرتے تھے۔ شیدائی صاحب بڑے سلجھے ہوئے انسان تھے اس لیے ان کا پروگرام بھی بڑا سلجھا ہوا ہوتا تھا لیکن سردار اجیت سنگھ حد سے گذر جاتے تھے۔ راقم الحروف کے چچا چوہدری محمد اقبال فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس زمانے میں اجیت سنگھ کے پروگرام سنے تھے اور وہ انگریزوں کو مغلظات سنایا کرتے تھے۔ شیدائی صاحب اور اجیت سنگھ کے تعلقات بھی تازیست قائم رہے۔ ان کے مجموعہ نوادرات میں اجیت سنگھ کے کئی خط محفوظ ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فارسی نثر کے موضوعات

ترجمہ ڈاکٹر شریف حسین صاحب قاسمی، دہلی یونیورسٹی، دہلی

قصص وحکایات | جب ہم فارسی کے رومانوں کا ذکر کرتے ہیں تو ایک دوسری نوعیت کی داستان پردازی اور قصہ گوئی سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے اس قسم کے قصوں اور داستانوں میں گفتگو کی بنیاد حکمت، پند ونصائح اور سماجی، اور تعلیمی وغیرہ مباحث پر ہوتی ہے لیکن لکھنے والا اپنی بات کی تصدیق وتائید کے لیے عام طور پر حقیقی یا مصنوعی حکایتوں کا سہارا لیتا ہے اور ان کہانیوں کو گواہ وشاہد کے طور پر بیان کرتا ہے۔ چونکہ ان کتابوں کے مصنف عام طور پر واقف کار لوگ تھے اس لیے یہ کتابیں ہماری زبان کی اہم کتابوں میں شمار کی جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف میں اخلاقی یا سماجی عنصر قوی تھا اور یہ اپنے سنجیدہ کام میں مطالب کے داستانی پہلو پر بھی توجہ کرتے تھے۔ چونکہ ان کا سروکار اہل فضل ودانش سے تھا، عام لوگوں سے نہیں، اسی وجہ سے ان کی کتابیں فصاحت سے زیادہ قریب اور پُر ارزش اطلاعات کی حامل ہیں۔ اس قسم کی کتابیں اکثر بڑے منشیوں اور بلند مرتبہ دانشوروں کی کوششوں کا نتیجہ ہیں اور ان کے مستند ہونے کا امکان زیادہ ہے۔

اس قسم کی کتابیں لکھنے کا رواج ایران میں زمانۂ ماقبل اسلام سے، اسلامی عہد میں منتقل ہوا۔ اس موضوع پر فارسی میں اولین کتابیں، عہد اسلامی سے پہلے کے ایران کے زیر اثر وجود میں آئیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس موضوع پر جملہ کتابوں میں جن کا سرچشمہ پہلوی زبان ہے، ایک کلیلہ ودمنہ ہے۔ یہ کتاب یعنی "پنچ تنتر" اصلاً سنسکرت زبان میں ہے۔ بظاہر خسرو اول انوشیروان کے دور حکومت میں ایک فاضل طبیب "برزویہ" نے اس کتاب کا پہلوی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کے بعد دوسری صدی کے ایک مشہور مترجم اور مصنف عبداللہ بن المقفّع نے اسے عربی میں منتقل کیا۔ اس ترجمے کو بہت جلد مسلمانوں میں شہرت حاصل ہوگئی اور یہ ترجمہ بڑی بڑی اخلاقی اور حکیمانہ کتابوں کا جزو بن گیا۔ نصر بن احمد سامانی کے دور (۳۰۱-۳۳۱ھ/ ۹۱۳-۹۴۲ء) میں اسی بادشاہ کے حکم سے اس کتاب کا فارسی نثر میں ترجمہ ہوا۔ اس ترجمہ کا علم ہمیں شاہنامۂ ابومنصور محمد بن عبدالرزاق کے مقدمے سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ اسی ماخذ کی رو سے، چین کے نقاشوں نے اس ترجمے پر تصویروں کا اضافہ کیا جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کلیلہ ودمنہ کے بعض نسخے مصوّر ہیں) کلیلہ ودمنہ کو مصور کرنے کی رسم اسی وقت سے رائج ہوئی۔ اس ترجمہ کو نصر بن احمد سامانی کے عہد میں بھی اس کے وزیر ابوالفضل بلعمی کی تشویق پر معروف شاعر رودکی نے فارسی نظم کا جامہ پہنایا —— بہرحال اس منظوم ترجمے کے آج صرف چند منتشر اشعار ملتے ہیں۔

چھٹی صدی، فارسی کے بعض سادہ متون کی تزئین وآرائش کا زمانہ ہے۔ اس دور میں ابوالمعالی نصراللہ بن محمد بن عبدالحمید منشی نے کلیلہ ودمنہ کو آراستہ فارسی میں نثر میں منتقل کیا۔ نصراللہ بن محمد کی یہ کتاب جلدی ہی منشیوں اور مکتوب نگاروں میں مقبول اور ادب کی درسی کتابوں میں شامل ہوگئی۔ کلیلہ ودمنہ بہرام شاہی کے مرتب ہونے اور اس کے ترجمے یا اس کی اصلاح کی قطعی تاریخ معلوم نہیں لیکن چونکہ یہ کتاب ابوالمظفر بہرام شاہ کے نام معنون ہے اس لیے اس کی تاریخ تالیف ۵۱۲ھ کے بعد اور ۵۴۷ھ کے پہلے ہونی چاہیے۔

کلیلہ ودمنہ کی مزید دو بار روایت ترتیب دی گئی۔ ان روایات میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"انوار سہیلی" ہے جسے کمال الدین حسین واعظ کاشفی سبزواری (متوفی ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء) نے مرتب کیا ہے۔ درحقیقت "انوار سہیلی" کلیلہ ودمنہ کا ایک نیا ترجمہ ہے اور اس کی ازسرنو تزئین وآرائش ہے۔ اس کا طرزِ نگارش نسبتاً مصنوعی اور پر تکلف ہے۔ چونکہ کاشفی نے کلیلہ ودمنہ بہرام شاہی کے دو اول باب حذف کردیے تھے اور اس میں اپنی طرف سے کچھ عبارتوں اور حکایتوں کا اضافہ کردیا تھا اس لیے کاشفی سے ایک صدی بعد شاہنشاہ اکبر کے حکم سے اس کے وزیر ابوالفضل علامی نے "عیار دانش" کے نام سے اس کتاب کی ایک نئی روایت ترتیب دی۔ کلیلہ ودمنہ چند مرتبہ عربی میں ترجمہ ہوئی ہے۔ ایک بار قانعی (متوفی ۶۵۸ھ) نے اس کتاب کو اناتولیہ کے سلجوقی بادشاہ عزالدین کیکاؤس کے نام پر فارسی نظم میں منتقل کیا۔ اس کے علاوہ، اس کتاب کے کئی مرتبہ ترکی میں ترجمے ہوئے اور روایات ترتیب دی گئیں۔

کلیلہ ودمنہ کے مصنوعی طرز میں لکھے جانے کے کچھ عرصہ بعد، ایک دوسری اہم کتاب جدید آراستہ وپیراستہ اسلوب میں لکھی گئی ـــــ یہ "سندبادنامہ" ہے۔ "سندبادنامہ" بھی کلیلہ ودمنہ کی مانند اُن قدیم ہندوستانی قصوں میں شامل ہے جو پہلوی زبان میں نقل ہوئے اور اسلام سے قبل کے ایرانی ادب میں بہت شہرت حاصل کرچکے ہیں۔ مسعودی[۱۵] اس کتاب کو "کتاب الوزراء السبعۃ والمعلم وامرأۃ الملک" کے نام سے یاد کرتا ہے اور اسے ہندوستان کے کوش بادشاہ کے ہم عصر حکماء میں سندباد کی تالیف سمجھتا ہے۔ ابن الندیم[۱۶] اس کتاب کی ایک مختصر اور ایک مفصل روایت سے واقف ہے۔ اور ہندوؤں کو اس کتاب کا اصل مؤلف سمجھتا ہے۔

"سندبادنامہ" پہلوی کی ان جملہ کتابوں میں سے ہے جو جلد ہی عربی میں ترجمہ ہوگئیں

---

۱۵ مروج الذھب، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۷

۱۶ الفہرست، مطبوعہ مصر، ص ۴۲۳، ۴۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جیساکہ ابن الندیم نے لکھا ہے اس کے مختصر اور مفصل دو نسخے مشہور تھے۔ لیکن فارسی میں اس کا ترجمہ چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) سے پہلے نہیں ہوا۔ یہ کام امیر نوح بن منصور سامانی کے حکم پر خواجہ عمید ابوالفوارس قناوزی کے ہاتھوں انجام پایا۔ اس نے اس داستان کو پہلوی زبان سے فارسی دری میں منتقل کیا۔ ظہیری سمرقندی نے "سندباد نامہ" کے مقدمے میں اس ترجمہ کا سال، ۳۳۹ھ (۹۵۰ء) لکھا ہے۔ لیکن یہ سال، نوح بن منصور سامانی کے عہد سلطنت (۳۶۶-۳۸۷ھ) سے مطابقت نہیں رکھتا اور اگر اس سال کو درست سمجھا جائے تو مذکورہ بالا ترجمہ نوح بن نصر (۳۳۱-۳۴۳ھ) کے حکم سے کیا گیا ہوگا۔

"لباب الالباب" میں عوفی اور "کشف الظنون" میں حاجی خلیفہ کے مجموعی اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی میں "سندباد نامہ" کو دو بار بہتر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ایک بار اواخر چھٹی صدی ہجری[1] کے شاعر شمس الدین محمد بن علی بن محمد الدقائقی المروزی، جس نے اس کتاب کو مزین اور مصنوعی نثر میں لکھا[2] اور دوسری مرتبہ اواخر چھٹی صدی اور اوائل ساتویں صدی ہجری کے معروف مصنف ظہیری سمرقندی نے اسے جلا بخشی، گویا عوفی کا اشارہ جس کی پیروی حاجی خلیفہ نے بھی کی ہے، ممکن ہے ایک اشتباہ پر مبنی ہو جو عوفی کو دقائقی مروزی کی "راحۃ الارواح" اور ظہیری کے سندباد نامہ سے متعلق ہوا ہے ورنہ سوائے عوفی کے قول کے دوسری کوئی سند موجود نہیں جس سے اس امر میں دقائقی کی مداخلت کا پتہ چلتا ہو۔

ظہیری نے، جیساکہ وہ خود کہتا ہے، قناوزی کے ترجمۂ سندباد نامہ کی جو سادہ اور غیر مزین طرز میں تھا، شکل و صورت بدل دی اور اسے مرصع نثر میں جو فارسی اور عربی امثال و اشعار سے آراستہ ہے، ترتیب دیا۔ اس انوکھے کام میں اس نے ایسی مہارت کا مظاہرہ کیا کہ اس کی

---

[1] لباب الالباب ج ۱ ص ۲۱۲

[2] رجوع کریں: کشف الظنون، مطبوعہ ترکی، ستون ۱۰۰۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب کو اواخر چھٹی صدی ہجری کی مصنوعی نثر کا ایک دلپذیر اور پسندیدہ نمونہ سمجھا جانا چاہیے[۵۱]

ایک دوسری معتبر کتاب جس کا ذکر یہاں ضروری ہے اور جس میں بیشتر کلیلہ ودمنہ کی پیروی کی گئی ہے، "مرزبان نامہ" ہے۔ اس کتاب میں بھی کلیلہ ودمنہ کی طرح، قصص وامثال وحکم بیان ہوئے ہیں اور اس کے مطالب بھی جانوروں، پرندوں، دیو، پری اور انسانوں کے ذریعے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب قدیم طبری زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کا اصلی مؤلف یعنی جس نے اسے طبری زبان میں لکھا تھا، آل باوند کا اسپہبد مرزبان بن رستم بن شروین تھا۔[۵۲] جو چوتھی صدی ہجری (اواخر دسویں صدی عیسوی) میں حیات تھا۔ سب سے قدیم کتاب جس میں "مرزبان نامہ" کا ذکر ملتا ہے، عنصر المعالی کیکاؤس کا "قابوسنامہ" ہے۔ اس کے بعد ابن اسفندیار نے "تاریخ طبرستان" میں حکمائے طبرستان کی فصل کے تحت، اس کتاب اور اس کے مصنف کا ذکر کیا ہے اور اس کتاب کو ہندوستان کے بیدپائی کی مرتبہ کلیلہ ودمنہ پر ترجیح دی ہے[۵۳] اسپہبد مرزبان نے طبری زبان میں ایک دیوان بھی ترتیب دیا تھا جس کا نام "نیکی نامہ" تھا اور ابن اسفندیار کے بقول یہ دیوان "دستور نظم طبرستانی" تھا۔ مرزبان نامہ اصلاً گیارہ ابواب پر مشتمل تھا۔ ان ابواب میں پندونصائح اور حکمت بیان ہوئی ہیں۔ ان میں بیشتر محض ایرانی تہذیب وتمدن کے زیر اثر ہیں اور ان پر اسلامی تہذیب کا اثر ندرت سے نظر آتا ہے۔ اس کتاب میں بھی حکایات اور قصے کلیلہ ودمنہ کی طرح لکھنے اور کہنے والے کی بحث وگفتگو کی تصدیق میں بیان کیے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ قصے اور حکایتیں عام طور پر وحشی جانوروں اور دیو اور پری کی زبان سے بیان کی گئی ہیں لیکن بعض اوقات

---

۵۱ ظہیری سمرقندی اور اس کی تصانیف کے لیے رجوع کریں: تاریخ ادبیات در ایران، ڈاکٹر صفا، ج ۲، طبع اول، ص ۹۹۹ - ۱۰۰۳/

۵۲ باوندیہ خاندان کی حکومت کوہستان پریم اور شہریار کوہ میں تھی۔ اس خاندان کے تمام حکمران اسپہبد کہلاتے تھے۔ (م)

۵۳ تاریخ طبرستان، مطبوعہ مرحوم عباس اقبال آشتیانی، ج ۱، ص ۱۳۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان میں انسانوں اور وحشی کرگذشتہ بادشاہوں کی زبان سے بھی حکایتیں بیان ہوئی ہیں۔

"مرزبان نامہ" کا اصلی نسخہ یعنی طبری زبان میں، مدتوں پہلے مفقود ہو گیا تھا لیکن تقریباً ایک ہی سال میں اور ایک دوسرے سے نزدیک مقامات پر اس کے دو ترجمے ہوئے۔ ان دو ترجموں میں ایک محمد بن غازی الملطیوی (ملطیہ ایشیائے کوچک کا ایک شہر ہے جو حلب کے شمال اور سیواس کے جنوب میں واقع ہے) کا ترجمہ ہے۔ یہ روم کے سلجوقی بادشاہوں سے متعلق ایک بزرگ فاضل شخص تھا۔ کچھ مدت تک ابوالفتح رکن الدین سلیمان شاہ بن قلیج ارسلان (۵۸۸ - ۶۰۰ھ) کا دبیر رہا اور اس کے بعد منصب وزارت پر فائز ہوا۔ اس نے مذکورہ سلیمان شاہ کے عہد سے پہلے مرزبان نامہ کا ترجمہ شروع کیا۔ اور جب اس بادشاہ کی خدمت میں پہنچا تو اس کی تشویق سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ جو کتاب اس صورت میں وجود میں آئی اس کا نام "روضۃ العقول" رکھا۔ یہ کتاب ۵۹۸ ہجری کے ماہِ محرم میں مکمل ہوئی۔ روضۃ العقول میں گیارہ باب ہیں۔ اس کتاب کا طرز نگارش پر تکلف اور مختلف الصنائع، عربی امثال واشعار کے گوناگوں شواہد سے آراستہ ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ترجمہ جو زیادہ مشہور اور زیادہ رائج ہے "مرزبان نامہ" کے عنوان سے موسوم ہے۔ مرزبان نامہ کو سعدالدین وراوینی نے ترتیب دیا ہے۔ وراوینی نے مرزبان نامہ کے اصلی متن سے دو باب حذف کر دیے ہیں۔ یہ کتاب ملطیوی کے ترجمے سے، ابواب کی تعداد، حکایات کی ترتیب اور تعداد کے کم یا زیادہ ہونے کے لحاظ سے مختلف ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں مترجم اصل کتاب میں تبدیلیاں لانے اور اسے بہتر بنانے پر نظر رکھتے تھے۔ وراوینی کا ترجمہ، ملطیوی کے ترجمے سے چند سال بعد، یعنی ۶۰۷ سے ۶۲۲ ہجری کے درمیانی عرصے میں وجود میں آیا۔ اس کی نثر فارسی زبان کے پر تکلف اسلوب کی بہترین مثال اور نقشِ اول کا حکم رکھتی ہے۔

فارسی کی بیشتر ادبی کتابوں میں حکایتوں اور قصوں کو مختلف صورتوں سے بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کا رواج رہا ہے حتیٰ کہ عارفوں کی کتابوں اور لطائف و امثال بیان کرنے کے لیے لکھی جانے والی کتابوں میں یا سیاست یا فنون کے بارے میں لکھی جانے والی ان کتابوں میں جن کی سلاطین کے ندمار کو ضرورت رہتی تھی، یا ایسی کتابوں میں جو تربیت اور اخلاق کے بارے میں لکھی گئی ہیں، حکایتیں اور قصّے نقل کیے گئے ہیں۔

سماجی، تربیتی، ملکی سیاست، اخلاق، تنقید حتیٰ کہ محض ادبی پہلوؤں سے بحث کرنے والی کتابوں میں، قصّے بیان کرنے کا طریقہ بعد کے زمانے میں بھی برقرار رہا۔ ان مختصر حکایتوں میں بہت سے تاریخی مطالب بھی دیکھے جاتے ہیں جو نہایت قابلِ توجہ ہیں۔ ایران کی تہذیب و تمدن کی تاریخ پر کام کرنے والے ان کتابوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ضمنی طور پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ ان میں سے بہت سی حکایتیں جعلی اور محض مطالب کی وضاحت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ عام طور پر ایسی حکایتیں "حکایت کنند"، "آوردہ اند" اور "گویند" وغیرہ ایسی عبارتوں سے شروع ہوتی ہیں۔ آخر میں لکھنے والا جیسا چاہتا ہے ان سے نتیجہ نکالتا ہے۔ ان کتابوں میں جہاں اس قسم کی حکایات بیان کی گئی ہیں، عنصر المعالی کیکاؤس کا "قابوس نامہ"، خواجہ نظام الملک کا "سیاست نامہ"، غزالی کی "نصیحۃ الملوک" (یہ تینوں کتابیں پانچویں صدی ہجری / گیارھویں صدی عیسوی میں تالیف ہوئیں) اور تحفۃ الملوک (گویا یہ کتاب ساتویں صدی ہجری / تیرھویں صدی عیسوی میں تالیف ہوئی) شامل ہیں۔ ان کتابوں میں سیاست، ملکی تدابیر اور سماجی رویہ کا عنصر غالب ہے۔ گلستان سعدی (ساتویں صدی ہجری / تیرھویں صدی عیسوی) جلال الدین دوانی کی اخلاق جلالی حسین کاشفی کی اخلاق محسنی اور انوار سہیلی (یہ دونوں کتابیں نویں صدی ہجری / پندرھویں صدی عیسوی میں تالیف ہوئیں) میں بیشتر اخلاقی اور تربیتی پہلو ملحوظ خاطر رہا ہے۔ عروضی کے "چہار مقالہ" (چھٹی صدی ہجری / بارھویں صدی عیسوی) میں بیشتر تاریخی مسائل، عبید زاکانی کے رسالوں، خاص طور پر "اخلاق الاشراف" اور "رسالہ دلکشا" (آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی) میں بیشتر تنقید کرتے اور مضحکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اڑانے کے لیے حکایات بیان کی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ فارسی زبان میں کچھ انتہائی اہم ادبی کتابیں بھی ہمیں ملتی ہیں جن میں نسبتاً مفصل اور متعدد حکایات جمع کی گئی ہیں۔ انھیں مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب میں ایک مخصوص مقصد اور نصب العین کے لیے حکایات بیان ہوئی ہیں۔

ایسی کتابوں میں " جوامع الحکایات ولوامع الروایات " کو اولیت حاصل ہے۔ اس کتاب کا مؤلف ساتویں صدی ھ کے اوائل (تیرھویں صدی ع) کے معروف دانشمندوں اور لکھنے والوں میں شمار ہوتا ہے اور اس کا نام نورالدین (یا سدیدالدین) محمد بن عوفی بخاری ہے۔ اس نے اپنی عمر کا طویل حصہ ماوراء النہر، خراسان اور سندھ میں گذارا۔ اس کی کتابیں ایسی اطلاعات کا بہت اچھا مجموعہ ہیں جو اسے ماوراءالنہر اور خراسان کے کتب خانوں سے حاصل ہوئی تھیں۔ جوامع الحکایات، عوفی کی اہم ترین کتاب ہے۔ اس کا شمار فارسی میں لکھی جانے والی، معتبر کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس میں کچھ ایسے تاریخی اور ادبی نکات بیان کیے گئے ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتے۔ اس کتاب کی حکایات، بیشتر تاریخی پہلو کی حامل ہیں۔ اور ابواب کے مطابق، مختلف حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ چار حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ پچیس ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں خالق کائنات کی معرفت، انبیائ کے معجزات، اولیاء کی کرامات، بادشاہوں اور خلفاء کی تاریخ اور کارہائے نمایاں، دوسرے میں پسندیدہ اخلاق اور قابلِ تعریف سیرت کا بیان، تیسرے حصے میں مذموم اخلاق کا بیان اور چوتھے میں لوگوں کے احوال، دریاؤں اور ملکوں کے عجائب وغرائب اور حیوانوں کی فطرت وطینت بیان کی گئی ہے۔

اس کتاب میں چار ابواب کے تحت جو پچیس عنوانات شامل ہیں، وہ اس امر کا پتہ دیتے ہیں کہ عوفی نے اپنے مطالب کو مجموعی طور پر سو اجزاء میں تقسیم کیا تھا اور ہر جز یا باب کے تحت ایسی حسب حال حکایتیں اور قصے بیان کیے تھے جو اس باب کے اصلی موضوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے معنوی مناسبت رکھتے تھے۔ اس طرح اس گراں بہا کتاب نے گوناگوں اطلاعات فراہم کی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ کتاب، بعد کے زمانے میں بہت سے معروف لکھنے والوں کے لیے اطلاعات کا ماخذ قرار پائی مثلاً منہاج سراج نے اپنی "طبقات ناصری" میں، حافظ ابرو نے "زبدۃ التواریخ" میرخواند نے "روضۃ الصفا" خوندمیر نے "حبیب السیر" حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" علی بن حسین واعظ کاشفی نے "لطائف الملوک" اور متعدد دوسرے مصنفین نے اپنی کتابوں میں اس سے اطلاعات اخذ کی ہیں۔ ترکی میں بھی اس کتاب کے تین ترجمے دستیاب ہیں[1]

عوفی نے "جوامع الحکایات ولوامع الروایات" کو سندھ میں غوری بادشاہ ناصرالدین قباچہ کے دورِ سلطنت میں شروع کیا اور دہلی میں تقریباً ۶۳۰ ہجری (۱۲۳۲ء) میں شمس الدین التمش کے وزیر نظام الملک قوام الدین محمد بن ابی سعد الجنیدی کے نام پر مکمل کیا۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، جوامع الحکایات کی داستانوں اور قصوں کا بیشتر حصہ بہت اہم اور بنیادی طور پر تاریخی ہے۔ بالفاظِ دیگر اس میں سنجیدہ تاریخی مسائل کو حکایات وقصص کے نام پر بیان کیا گیا ہے اور ایسے قصے اور داستانیں جو مذہبی اور اعتقادی ماخذ سے استناد پر تاریخی حقائق سے عاری نظر آتی ہیں، قابل اعتماد و اعتقاد منابع سے استفادہ کے بعد بیان کی گئی ہیں۔ عوفی کے بعض منابع کی منظم دستہ بندی، اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ اس نے ان تصانیف کو اپنے لیے نمونے اور سرمشق کے طور پر استعمال کیا تھا۔ مثال کے طور پر اس نے تاریخ خلافت کے لیے طبری کی ریورٹس سے استفادہ کیا۔ قدیم ایرانی سلاطین کی تاریخ کے سلسلے میں اس نے ثعالبی کی "غرر اخبار ملوک الفرس" اور فردوسی کے شاہنامے کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔ بادشاہوں کے مختلف خاندانوں کی سرگذشت کے لیے

---

[1] کشف الظنون : حاجی خلیفہ مطبوعہ [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سے متعلق مخصوص منابع، طاہریوں، صفاریوں اور سامانیوں کے حالات کے لیے: اسلامی کی "تاریخ ولاتِ خراسان" غزنویوں سے متعلق تین اہم ماخذ یعنی بیہقی کی "تاریخ ناصری" عتبی کی "تاریخ یمینی" اور ربان نیشابوری کی "خلق الانسان" اس کی نظروں کے سامنے رہیں۔ آل بویہ کی تاریخ کے لیے "تاریخ تاجی" آل افراسیاب کے بارے میں مجد الدین عدنان السرخسکتی کی کتاب، مؤلف کے مراجع قرار پائے۔ بعید نہیں کہ نظام الملک کا "سیاست نامہ" عنصر المعالی کیکاؤس کا "قابوس نامہ"، ظہیری سمرقندی کی "اغراض السیاستہ واغراض الریاستہ" بھی، مؤلف کے منابع میں شامل رہی ہوں[5] عوفی کے مراجع کی فہرست کا صرف ایک حصہ ہی اس زبردست کتاب کی اہمیت و ارزش کی نشاندہی کرتا ہے۔

ایک دوسری کتاب جس میں قصص و حکایات کی تدوین کا یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے یعنی مخصوص موضوعات کی مناسبت سے حکایات جمع اور تدوین کی گئی ہیں، "الفرج بعد الشدۃ" ہے۔ اسے قاضی ابوعلی محسن بن علی بن داؤد التنوخی (متوفی: ۳۸۴/۹۹۴ء) نے اصلاً عربی میں تالیف کیا تھا اور نورالدین محمد بن محمد عوفی نے اسے فارسی زبان میں منتقل کیا۔ اس ضمن میں عوفی، جوامع الحکایات میں، چوتھے حصے کے ساتویں باب میں کہتا ہے: "قاضی محسن تنوخی کتاب الفرج بعد الشدۃ را تالیف کردہ است اندرین معنی و آں کتابی مرغوبست و مؤلف (یعنی خود عوفی) آں کتاب را بلغت پارسی ترجمہ کردہ است و بیشتر حکایات دریں مجموع مسطور است" جیسا کہ خود عوفی نے کہا ہے، "الفرج بعد الشدۃ" کی بیشتر حکایات جوامع الحکایات میں نقل ہوئی ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس کا علیحدہ سے ترجمہ باقی نہیں۔

اسی کتاب کا دوسرا ترجمہ، حسین بن اسعد بن حسین دہستانی مؤیدی کے ہاتھوں

---

[5] رجوع کریں ان اطلاعات سے جو جوامع الحکایات، بتصحیح ڈاکٹر معین کے مقدمے۔ ص ۴۱-۴۲ میں ڈاکٹر نظام الدین ... [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتویں صدی ہجری کے وسط (وسط تیرھویں صدی عیسوی) میں یعنی اولین ترجمے سے تقریباً نصف صدی بعد، عمل میں آیا۔ دہستانی نے یہ ترجمہ طاہر بن زنگی فریومدی وزیر کے نام پر کیا ہے اور اسی کو تقدیم کیا ہے۔ یہ کتاب خاصی رائج ہے۔

"الفرج بعد الشدۃ" تیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں چند مفصل اور دلپذیر حکایتیں شامل ہیں۔ جو معنوی طور پر باب کے موضوع سے مناسبت رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر پہلے باب میں ناامیدی اور محنت و مشقت کے بعد نصرت قرآنی سے کاموں کا بننا اور ایسی حکایتیں شامل ہیں جو اس بارے میں بیان کی گئی ہیں۔ دوسرا باب مشتمل ہے ایک ایسی جماعت کے ذکر پر جس نے محنت اور مصیبت برداشت کی اور آخرکار نعمتوں اور آسانیوں سے ہمکنار ہوئی تیسرے باب میں ایسی جماعت کی حکایتیں شامل ہیں جن کی پریشانیاں، نیک فالی، دعا یا اچھی باتوں کی وجہ سے راحت میں اور محنت، نعمت اور مسرت میں بدل گئی "الفرج بعد الشدۃ" میں حکایات کے خاتمے پر ان سے نتائج اخذ کیے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو ان سے فائدہ حاصل ہو۔ اس طرح اس کتاب کو اخلاقی رنگ دے دیا گیا ہے۔

اسی نوعیت کی دوسری حکایتوں کی کتابوں میں جو ایک معین مقصد کے لیے تدوین ہوئی ہیں، "لطائف الطوائف" کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ "لطائف الطوائف" کو علی بن حسین واعظ کاشفی سبزواری (متوفی: ۹۳۹ھ/۱۵۳۲ء) نے تالیف کیا ہے[۵] اس کتاب میں مختلف طبقوں کے دستیاب لطائف و ظرائف سے بحث کی گئی ہے۔ انہیں مختصر حکایات کے طور پر اور کبھی کسی حکایت میں ڈھالے بغیر، بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے

۵؎ مؤلف کے بارے میں مزید اطلاعات کے لیے رجوع کریں: لطائف الطوائف، مطبوعہ تہران، ۱۳۳۶، کا مقدمہ از احمد گلچین معانی اور مقدمۂ مواہب علیہ از جلالی نائینی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منجملہ ابواب میں پانچواں، چھٹا، ساتواں، آٹھواں اور نواں باب جو شعراء کے لطائف و ظرائف اور بعض ادبی فنون سے متعلق اشارات پر ہیں، ادبی مسائل کی تحقیق کے لیے قابل توجہ ہیں۔ مجموعی طور پر اس کتاب میں عورتوں اور مردوں کے گوناگوں طبقات سے متعلق چودہ ابواب ہیں۔

دوسری کتابوں میں، جو حکایات کے مجموعوں سے وجود میں آئی ہیں، ایک "زینۃ المجالس" ہے جسے گیارھویں صدی ہجری کے ایک مصنف، مجدالدین محمد حسینی مجدی نے ترتیب دیا ہے اس نے اپنی کتاب کو جوامع الحکایات کے انداز پر تالیف کیا ہے۔ یہ کتاب نو حصوں پر منقسم ہے اور ہر حصہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔

ایک دوسری اہم کتاب "محبوب القلوب" یا "شمسہ و قہقہہ" ہے۔ اس کا مؤلف صفوی دور کے منشیوں اور مکتوب نگاروں میں شامل تھا اور اس کا نام مرزا برخوردار بن محمود ترکمان فراہی متخلص بہ ممتاز ہے۔ اس کتاب کو مؤلف نے ایک مقدمے (اس میں پانچ مقالے ہیں) پانچ ابواب اور ایک "خاتمہ" میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک میں ایک ہی بنیادی مقصد پر حکایات شامل کی ہیں۔ پہلا باب: آداب معاشرت و قواعد سخن گفتن و تواضع، دوسرا باب: نیکوکاری و اجتناب از مردم آزاری، تیسرا باب: بیان مقدمات مساعدت اقبال و صعوبت ادبار، چوتھا باب: بیان مصاحبت دوستان و مذمت ہمدمی بیگانگان، چھٹا باب: بیان فوائد قناعت و نتائج ہمت و بیان رشک وحسد اور خاتمہ گیارہ حکایتوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی طرز انشاء، صفوی عہد کی مصنوعی نثر کی یاد دلاتی ہے۔ لیکن اس کی حکایات متنوع، دلنشین اور متعدد ہیں۔ اسی وجہ سے یہ کتاب دلپذیر اور دلکش ہے۔

"مفرح القلوب"، کو جو عہد فتح علی شاہ قاچار کے آغاز میں تالیف ہوئی ہے، اسی نوعیت کی کتابوں میں شمار کرنا درست ہے اس کا ذکر بھی ایسی کتابوں کے ذیل میں ہونا چاہیے۔

© rasailojaraid.com